سلسلۂ موالید النبی ﷺ ۔۳

میلاد سیوطی

(حسن المقصد فی عمل المولد)

تالیف

خاتم المحدثین امام جلال الدین عبدالرحمان السیوطی متوفی ۹۱۱ھ/۱۵۰۶ء

مراجعہ وتقدیم، تعلیق وتخریج احادیث

مولانا ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

اردو ترجمہ

مولانا محمد آصف رضا

ناشر

دار العلوم جائس

جائس رائے بریلی، یو۔پی۔

(C) اس ترجمہ کے جملہ حقوق طبع ونشر بحق دارالعلوم جائس محفوظ ہیں

نام کتاب	**میلاد سیوطی**
مصنف	جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ
ترجمہ	محمد آصف رضا
تقدیم وتعلیق وتخریج	**ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی**
ناشر	دارالعلوم جائس، جائس، ضلع رائے بریلی، یو. پی.
باراول	نومبر ۲۰۰۴ء
قیمت	۲۰ روپیہ

☆☆☆

MEELAAD-E-SUYOOTI

Author : Jalaluddin Suyooti (1446--1506 A.D.)

Translated By :Md. Asif Raza

Edited & Introducted By :**Dr. Syed Alim Ashraf Jaisi**

Published By : Daarul Uloom Jais, JAIS Raebareli, U.P.

PIN-229305

Ph:05313-250282

Price : Rs. 20

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشادِ گرامی

”و کنت قبل ذلک بمکة المعظمة في مولد النبی ﷺ في یوم ولادته و الناس یصلون علی النبی ﷺ و یذکرون إرهاصاته التی ظهرت في ولادته ومشاهده قبل بعثته ، فرأیت أنوارا سطعت دفعة واحدة لاأقول إنی أدرکتها ببصر الجسد و لا أقول إنی أدرکتهاببصر الروح فقط والله أعلم کیف کان الأمر بین هذا و ذلک فتأملت لتلک الأنوار فوجدتها من قبل الملائکة المؤکلین بأمثال هذه المجالس و رأیت یخالط أنوار الملائکة أنوار الرحمة“

(فیوض الحرمین)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشاد گرامی

میں اس سے قبل مکہ معظّمہ میں نبی کریم ﷺ کی ولادت کے دن ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ ﷺ پر درود وسلام پیش کر رہے تھے اوران واقعات کو بیان کر رہے تھے جو آپ ﷺ کی ولادت کے موقعے پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہوا، تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار کی بارش ہونے لگی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں نے انھیں ظاہری آنکھوں سے دیکھا یا صرف دل کی آنکھوں سے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان دونوں حالتوں کے درمیان کیسا معاملہ تھا۔ میں نے ان انوار وتجلیات میں غور کیا تو پایا کہ یہ انوار ان فرشتوں کے تھے جو اس طرح کی محفلوں میں شرکت پر معمور کیے گئے ہیں۔ اور میں نے دیکھا کہ ملائکہ کے انوار کے ساتھ ساتھ رحمت الٰہی کی تجلیات بھی شامل ہیں۔

(ماخوذ از ''فیوض الحرمین'')

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

میلاد شریف کی قدیم وجدید کتابوں کے ترجمے اوران کے اشاعت کے سلسلے کی یہ تیسری پیش کش ہے۔اس سے قبل شیخ عبداللہ ہرری حبشی حفظہ اللہ کی کتاب " الروائح الزکیة فی مولد خیر البریة" اورحافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ کے رسالے " مولد رسول الله ﷺ" کے ترجمے اوراس کی اشاعت کی سعادت حاصل کرچکا ہوں۔اس موضوع پر سید محمد علوی مالکی مکی مدظلہ کی تالیف "حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف " کا ترجمہ طویل تعلیقات اورمفصل تخریجات کے ساتھ زیر طباعت ہے۔

ان کتابوں کی اشاعت کا مقصد برکت وسعادت کا حصول بھی ہے،اوراس غلط فہمی کے ازالے کی ایک کوشش بھی کہ میلاد شریف ایک عجمی بدعت ہے، جو ماضی قریب میں شروع ہوئی ہے۔

میلاد شریف کی کتابیں لکھنے والے حافظان حدیث اورائمہ کرام میں حافظ ابن کثیر،اور حافظ جلال الدین سیوطی کے علاوہ حافظ ابن ناصر الدین دمشقی (۷۷۷ھ-۸۴۲ھ)،حافظ عبدالرحیم عراقی (متوفی: ۷۲۵ھ)، حافظ محمد بن عبدالرحمان سخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) صاحب الضوء اللامع،ملا علی قاری ہروی (متوفی:۱۰۱۴ھ)،حافظ ابن دیبع شیبانی یمنی (۸۶۶ھ-۹۴۴ھ)،حافظ ابن حجر عسقلانی ،حافظ ابن حجر ہیثمی، ابن جوزی، ابن عابدین شامی، مجد الدین فیروزابادی صاحب القاموس وغیرہ شامل ہیں۔

اس غالب اکثریت کے برخلاف متقدمین میں چند نام ایسے بھی ہیں جنھوں نے میلاد شریف کی مخالفت کی ہے، لیکن ان کی مخالفت بالعموم علمی اور فکری تھی، لیکن آج جو مخالفت ہو رہی ہے اس کی بنیاد صرف جماعتی مصلحت ہے اور یہ محض " کَذّاب ربیعة أحبُّ إليّ مِن صادق مضر" کے قبیل سے ہے، جو دین و دیانت کے سراسر منافی ہے۔ مانعین کو اس موضوع پر صدق و اخلاص کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ انھیں چاہئے کہ محبت رسول ﷺ کے اس مظہر، اور دعوت دین کے اس وسیلے کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر اس کے بارے میں شخصی یا جماعتی مصلحت یا تعصب کو درمیان میں نہ لائیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مانعین کے بزرگوں میں سے ایک نے اس جانب پیش قدمی کی ہے اور اپنے متبعین کو میلاد شریف کی محفلوں کو منعقد کرنے کی ترغیب دی ہے۔

محفل میلاد منعقد کرنے والوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ میلاد شریف کے جائز ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اسے جس طرح چاہے منایا جائے یا اس کے انعقاد میں شریعت کے تقاضوں کو فراموش کر دیا جائے، بلکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس پاکیزہ اور روحانی محفل کے تقدس و احترام کا ایسا خیال رکھیں، جو صاحب میلاد ﷺ کے مقام سامی اور عظمت گرامی کے شایانِ شان ہو۔ میلاد شریف کی محفلوں کو غیر سنجیدہ ماحول، فضول گو شاعروں، جاہل اور پیشہ ور واعظوں، موضوع اور بے اصل روایتوں، اسراف و تبذیر کے مظاہروں اور اظہار ذات و نام و نمود کی کوششوں سے دور بہت دور رکھنا چاہئے۔

زیر نظر کتاب خاتم الحفاظ امام جلال الدین عبد الرحمان سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے رسالے " حسن المقصد فی عمل المولد" کا ترجمہ ہے۔ یہ رسالہ ان کا ایک فتوی ہے جسے انھوں نے میلاد شریف کے بارے میں کئے گئے ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ ان کا یہ رسالہ ان

کے فتاوی کی کتاب " الحاوی للفتاوی" میں شامل ہے۔اور کتاب کے جزء اول (فتاوی معاملات)، کتاب النکاح، باب الولیمہ کے تحت مندرج ہے۔

اس رسالے کا ترجمہ عزیزی مولوی محمد آصف رضا نوری نے کیا ہے۔دراصل وہ گرامی قدر مولانا آفاق صاحب (الجامعۃ الأحمدیہ،قنوج) کی ایماء پر مجھ سے ملاقات کے لئے آئے تھے غالبا وہ انھیں کے ادارے سے فارغ اور وہیں معاون مدرس ہیں۔انھوں نے مجھ سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ میری نگرانی میں عربی سے ترجمے کا کام کرنا چاہتے ہیں۔اس وقت راقم کے پاس ان کے لئے کوئی مناسب کام نہیں تھا سوائے اس رسالے کے جسے راقم اپنے 'سلسلۂ موالید' کے لئے خود ترجمہ کرنا چاہتا تھا۔لیکن ان کی رغبت کے پیش نظر رسالے کو ان کے حوالے کر دیا۔اور یہ ان کے جذبے کی صداقت کی بات ہے کہ انھوں نے اس کے لئے زیادہ وقت نہیں لیا،اور جلد ہی ترجمہ کر کے بھجوادیا۔

اس ترجمے میں مجھے بعض مقامات پر تصحیح،تعدیل اور تبدیلی وغیرہ کرنا پڑا،لیکن کوشش کی ہے کی ان کے اصل ترجمے کو زیادہ سے زیادہ باقی رکھا جائے۔لہذا اگر ترجمہ ترجمانی تک بھی محدود رہا ہے تو بھی اسے برقرار رکھا ہے۔بعض مقام پر انھوں نے بڑا خوبصورت اور سلیس ترجمہ کیا ہے۔اور اس لحاظ سے کہ یہ ان کی پہلی کوشش ہے، لائق ستائش ہے۔

اس رسالے کی افادیت میں اضافے کی نیت وغرض سے راقم نے مصنف علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی مختصر سوانح حیات کو اسی تقدیم میں شامل کر دیا ہے،حواشی کے ذریعے اعلام و اشخاص اور اماکن وغیرہ کا تعارف کرایا ہے اور حسب استطاعت اس میں وارد احادیث کی تخریج کی کوشش کی ہے۔اور آخر میں رسالے کا عربی متن بھی اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔

مصنف کتاب

امام حافظ سیوطی رحمہ اللہ کا پورا نام: جلال الدین عبدالرحمان بن الکمال، ابوبکر بن محمد بن سابق الدین بن الفخر عثمان بن ناظر الدین محمد بن الشیخ ہمام الدین تھا۔ آپ کی پیدائش شب یکشنبہ پہلی رجب ۸۴۹ھ میں ہوئی۔ آپکے ساتھ خضیری اور اسیوطی کی نسبت استعمال ہوتی ہے۔

آپکا سلسلۂ نسب ایک عجمی خاندان تک پہنچتا ہے، اپنی کتاب 'حسن المحاضرة فی أخبار مصر و القاهرة' میں خودنوشت سوانح حیات میں فرماتے ہے: ''مجھ سے ایک قابل بھروسہ شخص نے بیان کیا ہے کہ میرے والد رحمۃ اللہ علیہ ذکر کیا کرتے تھے کہ ان کے جد اعلی عجمی تھے اور مشرق سے تعلق رکھتے تھے''۔ امام سیوطی کا خاندان مصر میں وارد ہونے سے پہلے بغداد کے محلّہ خضیریہ میں رہا کرتا تھا، یہ محلّہ بغداد کے مشرق میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے مرقد کے قریب میں واقع ہے، خضیری نسبت کا یہی سبب ہے۔ اور امام سیوطی کی پیدائش سے کئی پشت پہلے یہ خاندان عراق سے مصر آیا اور مصر کے شہر اسیوط میں اقامت گزیں ہوا۔ غالب گمان یہ ہے کہ یہ ایوبیوں کا زمانہ تھا۔ اس خاندان نے بغداد کے اپنے محلے کی یاد میں اسیوط میں جس محلے میں قیام کیا اس کا نام بھی خضیریہ رکھ دیا۔

امام سیوطی کے والد اسیوط سے قاہرہ منقل ہوگئے جہاں وہ جامع مسجد ابن طولون میں خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ جامع شیخونی میں قائم مدرسہ میں فقہ کے استاد بھی تھے۔ ۸۵۵ھ میں ان کا انتقال ہوگیا، اس وقت امام سیوطی کی عمر پانچ یا چھ سال کی رہی ہوگی۔ ان کی کفالت اور دیکھ ریکھ کی ذمہ داری ان کے والد کے ایک صوفی دوست نے اپنے ذمہ لے لی۔ انھوں نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا اور اس کے بعد نحو اور فقہ کے متون کو حفظ کرنے میں مشغول ہوگئے۔ سیوطی نے اپنے زمانے کے بہت سارے اساتذہ اور مشائخ سے اکتساب علوم کیا جن میں سے

اکثر کا تذکرہ حسن المحاضرہ میں کیا ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے زمانے میں متداول تمام عربی واسلامی علوم وفنون کا اکتساب کیا اور اس میں مہارت تامہ حاصل کی، اور ان سب میں ان کی تصنیفات ہیں۔تصنیفات کی کثرت اور اوران کے موضوعاتی تنوع کے اعتبار سے ان کے بعد ان کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے بلکہ متقدمین میں بھی شاید ہی چند ایک ایسی مثالیں مل سکیں۔

انھوں نے حدیث اور اس کے علوم، تفسیر اور کتاب اللہ سے متعلق دوسرے علوم وفنون، فقہ اور اس کے اصول، کلام، جدل، تاریخ، تراجم، تصوف، ادب، معانی بیان بدیع، نحو، صرف، لغت اور منطق وغیرہ علوم وفنون پر سیکڑوں کتابیں تصنیف فرمائیں۔حسن المحاضرہ میں فرماتے ہیں:" و بلغت مؤلفاتي إلى الآن ثلاثمائة كتاب سوى ما غسلته أو رجعت عنه" (اس وقت تک میری تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد تین سو ہوگئی ہے، ان میں وہ کتابیں شامل نہیں ہیں جنھیں میں نے ضائع کر دیا ہے یا جن سے رجوع کرلیا ہے)، کتابوں کی یہ تعداد حسن المحاضرہ کے تصنیف کے وقت تھی، اور تقریبا اتنی ہی کتابیں بعد میں تصنیف فرمائیں، مستشرق فلوگل نے ان کی تمام کتابوں کو شمار کیا ہے، اور ان کے مطابق سیوطی کی کل کتابوں کی تعداد پانچ سو اکسٹھ ہے۔

ان میں ایک بڑی تعداد ایسی کتابوں کی ہے جو کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں، اور کئی ایسی ہیں جو دوائر معارف کی حیثیت رکھتی ہیں۔تصنیف وتالیف کے میدان میں اللہ تعالی نے انھیں جو حسن توفیق عطا فرمائی اس میں بہت کم لوگ ان کے شریک ہیں۔عربی اور اسلامی علوم کی کوئی شاہراہ ایسی نہیں ہے جس پر ان کے نقش قدم نہ ملتے ہوں۔انھیں 'حاطب اللیل' کہنے والے حضرات بھی علم وتحقیق کی وادی میں ان کی مدد کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل پاتے۔حقیقت یہ ہے کہ اکثر قدماء کی طرح امام سیوطی کی بھی دو حیثیتیں ہیں: ایک جامع اور مؤلف کی، اور دوسری محقق اور مدقق کی، ان کے لئے علی الاطلاق 'حاطب اللیل' کا استعمال کرنے والے، اُن کی اِن دونوں حیثیتوں میں تمیز کرنے سے قاصر اور قدماء

کے ذوق واسلوب سے کم آگاہ ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی نے ایک عرصے تک خانقاہ بیبرسیہ کے اوقاف کے نگراں کی حیثیت سے بھی کام کیا، اس وقت یہ مصر کی سب سے بڑی خانقاہ تھی۔لیکن جب سلطان محمد قاتبای نے مصر کا اقتدار سنبھالا تو متصوفین کی ایک جماعت نے ان سے سیوطی کی شکایت کی، چنانچہ سلطان نے انھیں اس منصب سے معزول کر دیا۔اس معزولی کے بعد انھوں نے دنیا اور اس کے تمام علائق سے از خود معزولی اختیا کر لی اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہو گئے۔اسی گوشہ نشینی میں سیوطی نے اپنی اکثر کتابیں تصنیف کیں۔ان کی یہ گوشہ نشینی یا علمی اعتکاف زندگی کے آخری لمحے تک جاری رہا، اور اس بیس سالہ عرصے میں انھوں نے لوگوں سے ملنا جلنا سب ترک کر دیا تھا، یہاں تک کہ دریائے نیل کی سمت میں کھلنے والی اپنے مکان کی کھڑکیوں تک کو انھوں نے بند کر دیا تھا۔اور عمر عزیز کا ایک ایک لمحہ علوم اسلامیہ و عربیہ کے فہم وتدبر اور تصنیف وتالیف میں گزارا۔۹۱۱ھ میں اس نابغۂ روزگار کا وصال ہو گیا۔رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

نسأل الله أن يتقبل منا هذا العمل المتواضع ، و يجعله خالصة لوجهه الكريم و يكتبه خيرا فى سجل أعمالنا، و يؤجله ليوم لاينفع فيه مال ولا بنون۔إنه سميع مجيب۔

علی گڑھ:۱۸/رمضان،۱۴۲۵ھ　　　　سید علیم اشرف جائسی

مطابق:۲/نومبر،۲۰۰۴ء

میلاد سیوطی

(حسن المقصد في عمل المولد)

تالیف

خاتم المحدثین امام جلال الدین عبدالرحمان السیوطی متوفی ۹۱۱ھ/۱۵۰۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسن المقصد في عمل المولد

الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى و بعد :

ماہ ربیع الاول میں میلاد پاک کرنے کے بارے میں سوال ہوا ہے کہ اس کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ یہ عمل لائق تعریف ہے یا قابل مذمت؟ نیز کیا اس کے کرنے والے کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: میرے نزدیک میلاد پاک، یعنی لوگوں کا جمع ہونا، حسب مقدور قرآن کی آیات کی تلاوت کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی آفرینش سے متعلق اخبار و آثار اور ولادت با سعادت کے وقت ظاہر ہونے والی آیات و نشانیوں کو بیان کرنا، پھر اس کے بعد لوگوں کو کھانا کھلانا اور اس پر مزید کچھ اضافہ کئے بغیر متفرق ہو جانا؛ دراصل بدعت حسنہ ہے، جس کے کرنے والے کو ثواب ملے گا، کیونکہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کی تعظیم اور آپ کی ولادت مبارکہ پر خوشی و مسرت کا اظہار ہے۔

سب سے پہلے جس نے میلاد پاک کو رائج کیا وہ ''اربل'' (۱) کا بادشاہ مظفر ابوسعید کوکبری ابن زین الدین علی بن بلتگین تھا۔ (۱) جس کا شمار باعظمت بادشاہوں اور بڑے سخی

داتاؤں میں ہوتا ہے، اس نے بہت سے اچھے کام کئے ہیں، قاسیون کے ٹیلے(۲) پر جامع مظفری بھی اسی نے تعمیر کرائی ہے۔ ابن کثیر(۳) اپنی تاریخ میں بیان کرتے ہیں کہ'' وہ ربیع الاول میں میلاد پاک کی محفل کرتا تھا اور اس سلسلے میں زبردست تقریبات کرتا تھا۔ وہ بہت ہی نڈرو بہادر، جری و عاقل اور عالم و عادل تھا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور اسے بہتر ٹھکانا عطا فرمائے۔(ابن کثیر) مزید لکھتے ہیں کہ'' شیخ ابوالخطاب بن دحیہ(۱) نے اس کے لئے میلاد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام (کے موضوع) پر ایک ضخیم کتاب 'التنویر فی مولدالبشیرالنذیر' (۲) تصنیف کی جس پر اس نے انہیں ایک ہزار دینار انعام دیا، یہ نیک سیرت اور خوش باطن بادشاہ طویل عرصے تک سریر آرائے سلطنت رہا۔ ۶۳۰ھ میں اس کا انتقال ہوا اس وقت وہ 'عکہ' (۳) شہر میں فرنگیوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔

سبط ابن الجوزی نے'' مرآۃ الزمن'' میں لکھا ہے کہ'' میلاد پاک کی ایسی ہی ایک محفل میں مظفر کے دسترخوان پر حاضر ہونے والوں میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ اس نے دستر خوان پر پانچ ہزار بکریوں کے بھنے ہوئے سر، دس ہزار مرغیاں، سو گھوڑے، ایک لاکھ مٹی کے پیالے اور تیس ہزار مٹھائی کی پلیٹیں شمار کیا، وہی لکھتے ہیں کہ: اکابرین علماء وصوفیاء میلاد پاک کی محفل میں بادشاہ کے پاس تشریف لاتے، بادشاہ ان کی خدمت میں خلعتیں پیش کرتا، غلام آزاد کرتا اور صوفیاء کے لئے ظہر سے فجر تک محفل سماع منعقد کرتا اور (بے خودی میں) ان کے ساتھ خود بھی رقص کرتا تھا۔ وہ ہر سال میلاد پاک کی محفل پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔ اور اس نے

ایک مہمان خانہ بنوایا تھا، جو بلا تفریق رنگ و نسل کسی بھی ملک سے آنے والے کے لئے کھلا رہتا تھا۔اس مہمان خانہ پر بادشاہ ہر سال ایک لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔ ہر سال دو لاکھ دینار میں مسلمان قیدیوں کو فرنگیوں کی قید سے رہائی دلاتا تھا۔اور ہر سال حرمین شریفین پر اور حجاز کے راستہ میں پانی کے بندوبست میں تیس ہزار دینار خرچ کرتا تھا۔ یہ تمام خرچے پوشیدہ صدقات و خیرات کے علاوہ ہوتے تھے۔ بادشاہ مظفرالدین کی بیوی ربیعہ خاتون بنت ایوب جو کہ صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمہ کی ہمشیرہ تھیں بیان کرتی ہیں کہ ’’بادشاہ کی قمیص پانچ درہم سے بھی کم قیمت کے سخت کھردرے کپڑے کی تھی، جب میں نے اس بابت انہیں سرزنش کی تو انہوں نے کہا کہ میرے لئے پانچ درہم کا کپڑا پہننا اور باقی مال کو صدقہ کردینا فقیروں کو دھتکار دینے اور قیمتی کپڑا پہننے سے بہتر ہے۔‘‘(۱)

ابن خلکان نے حافظ ابو الخطاب ابن دحیہ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ: ’’وہ اکابرین علماء اور مشاہیر فضلاء میں سے تھے آپ مغرب سے آئے اور عراق و شام ہوتے ہوئے ۶۰۴ھ میں اربل سے گزرے اور وہاں کے بادشاہ باوقار مظفرالدین بن زین الدین کو بڑے کروفر کے ساتھ میلادِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) مناتے دیکھا تو آپ نے بادشاہ کے لئے ”التنویر فی مولد البشیر النذیر“ تصنیف کیا، اور خود بادشاہ کو پڑھکر سنایا۔ جس پر بادشاہ نے آپ کو ایک ہزار دینار بطور انعام دیا۔ اور کہا کہ ہم نے ۶۲۵ھ میں سلطان کو چھ مجلسوں میں یہ کتاب سنائی ہے‘‘۔ (۱)

لیکن متاخرین مالکیوں میں سے شیخ تاج الدین عمر بن علی لخمی سکندری معروف بہ ''فاکھانی'' (۲) نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میلاد پاک منانا بدعت مذمومہ یعنی بری بدعت ہے اس موضوع پرانہوں نے ایک رسالہ " المورد فی الکلام علی عمل المولد" کے نام سے مرتب کیا ہے جسے میں یہاں پر مکمل بیان کروں گا اوراس پر حرفا حرفا گفتگو کروں گا۔مؤلف علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''تمام تعریفیں اللہ کے لئے جس نے ہمیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہدایت فرمائی،اورارکان دین کی طرف ہدایت دے کر ہماری مدد ونصرت فرمائی،اور ہمارے لئے سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنا آسان فرمایا،حتی کہ ہمارے دل علم شریعت اورحق کے پختہ دلائل کے نور سے معمور ہوگئے ،اور دین میں بدعات وخرافات کے ایجاد کرنے سے ہمارے باطن کو پاک کیا، میں اللہ تعالیٰ کے لئے حمد وشکر بجالاتا ہوں کہ اس نے یقین کی روشنی عطا کر کے اور دین متین کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق دے کر احسان وکرم فرمایا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی سہیم وشریک نہیں نیز یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے، رسول اور اولین وآخرین کے سردار ہیں۔اللہ تعالیٰ ان پر، ان کے آل واصحاب اورازواج طاہرات امہات المؤمنین پر قیامت تک پیہم انوار کی بارش فرمائے۔مقصود اصلی یہ ہے کہ ایک مبارک جماعت کی طرف سے بار باراس اجتماع کے بارے سوال کیا گیا ہے جولوگ ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں اوراسے میلاد کہتے ہیں، کہ آیا شریعت میں

اس کی کوئی اصل بھی ہے یا یہ چیز دین میں بدعت، نو پیدا اور نو ایجاد امر ہے؟ اور انہوں نے اس کا جواب تفصیل اور وضاحت سے طلب کیا ہے۔ لہٰذا میں اللہ تعالیٰ کی توفیق و اعانت پر اعتماد کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ: میرے علم میں مذکورہ میلاد کی کتاب و سنت میں کوئی اصل نہیں ہے، نہ ہی یہ تقویٰ شعار اکابرین امت اور دیندار علماء ملت میں کسی سے منقول ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی بدعت ہے جسے بیکار اور بے عمل لوگوں اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والوں نے رواج دیا ہے، اور شکم پروری کرنے والے لوگ اس کا اہتمام و انصرام کرتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم نے میلاد پر احکام خمسہ کا اجراء کیا، اس طرح کہ یا تو یہ واجب ہوگا، یا مندوب، یا مباح، یا مکروہ ہوگا یا حرام۔ تو معلوم ہوا کہ اس کا واجب نہ ہونا اجماعاً ثابت ہے اور یہ مندوب بھی نہیں سکتا کیونکہ مندوب اسے کہتے ہیں جو شریعت کا مطلوب ہو لیکن اس کے تارک پر ذم و عقاب نہ ہو۔ اور اس عمل کی نہ تو شریعت نے اجازت دی ہے، اور نہ ہی میرے علم کے مطابق یہ صحابہ کرام اور دیندار تابعین کا فعل رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس عمل کے بارے میں میرا یہی جواب ہے اگر اس کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال کیا گیا۔ نہ یہ مباح ہو سکتا ہے کیونکہ مومنین کا اجماع ہے کہ دین میں بدعت رائج کرنا جائز نہیں۔ اب صرف مکروہ و حرام باقی رہ جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ان دونوں کی بابت دو فصلوں میں کلام ہوگا۔ اور دونوں حالتوں میں اختلاف کیا جائے گا۔ پہلی حالت یہ کہ کوئی شخص اپنے اور اپنے اہل و عیال اور اصحاب کے مال سے محفل میلاد منعقد کرے اور اس میں کھانے پینے سے تجاوز نہ کرے، نہ ہی کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو یہ جیسا کہ ہم

نے پہلے بیان کیا بدعت سیئہ مکروہہ ہے، کیونکہ متقدمین فقہاء اسلام اور علماء ذوی الاحترام کے عمل سے ثابت نہیں۔ دوسری حالت یہ کہ اس میں گناہ کا ارتکاب کرنے کے ساتھ ایسا غیر معمولی اہتمام وانصرام کرے کہ چندہ دینے والا چندہ تو دے لیکن اس کا دل اس پر تیار نہ ہو اور اسے مال کے کم ہونے کا رنج ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ کسی دھونس اور دباؤ کے ذریعے مال لینا تلوار کے ذریعے مال لینے کے جیسا ہی ہے، خاص کر جب اس میں شکم سیری کے علاوہ دف اور مجیرہ کے ساتھ گانا باجا، بے ریش لڑکوں اور خوبصورت عورتوں کے ساتھ اجتماع، جھوم جھوم کر، لپٹ لپٹ کر ناچنا، خوف قیامت کو بھلا کر لہو ولعب میں مشغول ہونا بھی شامل ہو۔ اسی طرح تنہا عورتوں کا اجتماع بھی حرام ہوگا جبکہ وہ "ان ربك لبا لمرصاد" (۱) بھول کر خوشی ومسرت میں گانے میں اور ذکر وتلاوت میں اپنی آوازوں کو بلند کریں، اس صورت میں اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، نہ ہی کوئی غیرت مند مرد اسے پسند کرسکتا ہے۔ ہاں جن کے دل گناہوں کی آلائش کی وجہ سے مردہ ہو چکے وہ اسے حرام تو کجا عبادت سمجھتے ہیں إنا للہ وإنا إلیہ راجعون (۱)، بدأ الإسلام غریبا وسیعود کما بدأ۔ (۲) اسلام شروع میں اجنبی تھا اور عن قریب پھر اجنبی ہوجائے گا۔ اسی ضمن میں ہمارے شیخ قشیری نے بہترین اشعار کہے ہیں جو ان کی طرف سے ہمیں عطا کردہ اجازت میں شامل ہیں، فرماتے ہیں:

''ہمارے اس پرآشوب دور میں برائی کو سب جانتے ہیں اور نیکی کو کوئی نہیں جانتا۔ علم والے پستی میں چلے گئے اور جہلاء ان کے منصب پر فائز ہوگئے۔ وہ حق سے دور ہوگئے تو ان کے

اوراسلاف کے درمیان کوئی تعلق نہ رہا۔ میں نے متقیوں اور پرہیزگاروں سے کہاتم اتنی تکلیفیں کیوں اٹھارہے ہو،تم اپنی حالتوں کومت بدلو! کیونکہ تم اس زمانے میں لوگوں کے لئے خود ہی اجنبی ہوگئے ہو۔''

امام ابوعمرو بن علاء (۳) نے بھی بہت اچھی بات کہی کہ ''لوگ جب تک نئی چیزوں کا انکارکرتے رہیں گے بھلائی پر رہیں گے'' نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ماہ ربیع الاول جس میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اسی مہینہ میں آپ کی وفات بھی ہوئی تو خوشی منانا غم منانے سے بہتر کیسے ہوگیا۔ ہماراجوفرض تھاوہ ہم نے پورا کردیا، اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید ہے۔''

یہ ہے فاکہانی کی پوری گفتگو جسے انہوں نے اپنی کتاب مذکور میں بیان کیا ہے۔سب سے پہلے ہم ان کے قول: (میرے علم کے مطابق اس میلاد کی کتاب وسنت میں کوئی اصل نہیں ہے) کولیتے ہیں۔اس کے رد میں کہا جاسکتا ہے کہ نفی علم نفی وجود کومستلزم نہیں (۱) مزید یہ کہ حافظ ابوالفضل ابن حجر نے سنت نبویہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام سے اس کی ایک اصل کا استخراج کیا ہے اور میں نے بھی ایک دوسری اصل مستنبط کی ہے جسے ہم آگے ذکرکریں گے۔رہاان کا قول: '' ایک ایسی بدعت ہے جسے بیکاراور بے عمل لوگوں اورخواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والوں نے رواج دیا ہے...'' تواس کا جواب یہ ہے کہ ماسبق کے بیان سے ظاہر ہوگیا کہ میلاد پاک رائج کرنے والا ایک عادل وعالم بادشاہ تھا جس نے میلاد پاک کوتقرب الی اللہ کی نیت سے منایا اور

علماء وصلحاء بلا کراہت اس میں حاضر ہوتے تھے، بالخصوص ابن دحیہ کو تو اتنا پسند آیا کہ انھوں نے اس موضوع پر اس کے لئے ایک کتاب تصنیف کی۔ یہ علماء کرام (جو اس میں حاضر ہوتے تھے) اس سے راضی تھے، اسے جائز سمجھتے تھے اور اس کا انکار نہیں کرتے تھے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ ''یہ مندوب بھی نہیں سکتا کیونکہ مندوب اسے کہتے ہیں جو شریعت کا مطلوب ہو'' اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مستحب میں طلب کبھی نص کے ذریعہ ہوتی ہے اور کبھی قیاس کے توسط سے، اگرچہ اس کے سلسلے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے، پھر بھی اس کے بارے میں ایک ایسا قیاس ہے جو آنے والی دو اصلوں پر مبنی ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ ''مباح بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ دین میں بدعت مباح نہیں''، تو اسے ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کیونکہ بدعت حرام ومکروہ میں ہی منحصر نہیں بلکہ کبھی مباح ہوتی ہے، کبھی مندوب ومستحب اور کبھی واجب تک ہوتی ہے۔ نووی (۱) نے ''تہذیب الاسماء واللغات'' (۲) میں لکھا ہے کہ شریعت میں بدعت اس نو پید اور نو ایجاد چیز کو کہتے ہیں جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مبارک عہد میں نہ ہو اس کی دو قسمیں ہیں'' ۱۔ بدعت حسنہ، ۲۔ بدعت قبیحہ۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام (۳) نے ''القواعد'' (۴) میں بیان کیا کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: ۱۔ واجبہ، ۲۔ محرمہ، ۳۔ مستحبہ، ۴۔ مکروہہ، ۵۔ مباحہ۔ مزید فرماتے ہیں ''اس کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ بدعت کو قواعد شریعہ پر پیش کریں، اگر قواعد ایجاب میں داخل ہو تو واجبہ، قواعد تحریم میں داخل ہو تو محرمہ، قواعد استحباب میں آئے تو مستحبہ اور اگر قواعد کراہت میں داخل ہو تو مکروہ ورنہ مباح ہے'' پھر انہوں نے پانچوں قسموں کی مثالیں ذکر کرتے ہوئے بدعت مستحبہ

کے سلسلے میں لکھا ہے ''اس کی چند مثالیں ہیں انہیں میں سے سرائے تعمیر کرانا، مدارس قائم کرنا اور ہر وہ نیکی کا کام جو زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں تھا، تراویح کا اہتمام کرنا، تصوف وجدل کے دقائق وغوامض میں غور خوض کرنا۔اور مسائل کے استنباط کی محفلیں منعقد کرنا بھی اسی میں شامل ہے اگر ان کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہو۔امام بیہقی (۱) نے ''مناقب شافعی میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''نو پیدا امور دو قسم کے ہیں ایک وہ جو کتاب، سنت، اثر یا اجماع کے خلاف ہو یہ بدعت ضلالت ہے دوسرا وہ جس کا مدار بھلائی پر ہو اور وہ مذکورہ چیزوں میں سے کسی کے خلاف نہ ہو یہ بدعت، بدعت مذمومہ نہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں تراویح کے بارے میں فرمایا کہ: ''نعمت البدعة هذه ''(۲) یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے، یعنی یہ ایسی نئی چیز ہے جو پہلے نہ تھی، اور اگر ہو گئی تو بھی اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس بنیاد پر جس کا بیان گزرا، امام شافعی رحمہ اللہ کا کلام ختم ہوا(۱)۔ اس بیان سے شیخ تاج الدین فاکہانی کے قول'' نہ یہ (یعنی میلاد) مباح و جائز ہوسکتا ہے...............یہی وہ ہے جسے ہم بدعت مکروہہ کہتے ہیں الخ'' کا رد معلوم ہو گیا۔ کیونکہ یہ وہ قسم ہے جس میں کتاب وسنت، اثر یا اجماع امت کسی کی مخالفت نہیں، لہٰذا یہ بدعت، بدعت مذمومہ نہیں ہوسکتی جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمہ والرضوان کی عبارت میں ہے، یہ بس ایک ایسی نیکی ہے جو زمانۂ نبوی میں نہیں تھی۔اس لئے کہ گناہ کا ارتکاب کئے بغیر کھانا کھلانا اور اجتماع کرنا محمود و مستحسن ہے، ابن عبد السلام کی عبارت سے بھی یہی ظاہر و ثابت ہے۔

رہا ان کا قول: ''دوم یہ کہ الخ......''(۲) تو یہ بلا شبہ صحیح بات ہے لیکن اس کا حرام ہونا ان اشیاءِ محرمہ کی وجہ سے ہے جو اس میں شامل ہوگئیں نہ کہ میلاد کی تقریبات اور خوشی ومسرت کے اظہار، اجتماع یا جلسہ جلوس کرنے کی وجہ سے۔ بلکہ یہی (بُرے) امور اگر جمعہ کے اجتماع میں بھی پائے جائیں تب بھی یہ برے اور قبیح ہی ہوں گے۔ لیکن ان کی وجہ سے اصل نماز جمعہ کے اجتماع کو برا نہیں کہا جا سکتا یہ بات بالکل واضح ہے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان کی راتوں میں جب لوگ نماز تراویح کے لئے جمع ہوتے ہیں تو ان امور شنیعہ میں سے بعض کا ارتکاب ہوتا ہے تو کیا ان امور فاسدہ کی وجہ سے نماز تراویح کو برا سمجھ لیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا جواب یہی ہوگا کہ نماز تراویح بذات خود سنت و مستحسن ہے لیکن یہ امور شنیعہ قابل مذمت اور لائق احتراز ہیں۔ یہی حال میلاد پاک کا ہے اس کا کرنا مستحسن ومستحب ہے لیکن واہیات افعال جو اس میں شامل ہو گئے یقیناً مذموم وممنوع ہیں۔ مؤلف موصوف کی آخری دلیل یعنی ''باوجود یہ کہ جس مہینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی (اسی میں آپ کا وصال ہوا) الخ''، تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہمارے لئے سب سے بڑی نعمت اور آپ کی وفات ہمارے لئے سب سے بڑی تکلیف ہے لیکن شریعت نے نعمت پر شکر وحمد اور مصیبت پر صبر ورضا اور اخفاء کی تلقین فرمائی ہے، جیسا کہ ولادت کے وقت عقیقہ کرنے کا حکم دیا ہے، یہ کسی کی پیدائش پر خوشی وشکر کے اظہار کا نام ہے۔ لیکن کسی موت کے وقت اظہار غم کی محفل منعقد کرنے اور کھانا وغیرہ کھلانے کا حکم نہیں دیا ہے، بلکہ آہ وفغاں اور نوحہ کرنے سے بھی

منع فرمایا ہے،اس سے معلوم ہوگیا کہ اس مہینہ میں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت پر خوشی کا اظہار کرنا مستحسن ومحمود ہے نہ کہ آپ کے وصال پر اظہار حزن وملال کرنا۔ابن رجب (۱) نے کتاب اللطائف میں رافضیوں کی مذمت کی ہے کیونکہ انہوں نے امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی وجہ سے یوم عاشورا کو ماتم کرنا شروع کردیا،فرماتے ہیں کہ: اللہ عزوجل اوراس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انبیاء کرام علیہم السلام کے وصال کی تاریخوں میں ماتم منانے کی اجازت نہیں دی ہے تو جوحضرات ان سے کم تر درجے کے ہیں ان

(۱) امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ:''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت طویل تھے نہ قصیر نہ اتنے سفید تھے کہ ناپسندیدہ ہو نہ زیادہ گیہواں رنگ والے تھے ،نہ بہت گھنگھرالے بالوں والے تھے نہ بالکل سیدھے بالوں والے ،اللہ تعالیٰ نے چالیسویں سال کے آغاز میں آپ کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے دس سال مکہ میں قیام کیا اور ساٹھویں سال کے شروع میں آپ کا وصال ہوا اور اس وقت آپ کے سر اور داڑھی میں بیس سفید بال نہیں تھے''
صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ النبی ﷺ ومبعثہ وسنہ، حدیث رقم: ۴۳۳۰؛ مزید دیکھئے: بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۰۳۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم متوسط القامت تھے ، آپ کے پشت مبارک کا اوپری حصہ چوڑا تھا، آپ سارے لوگوں میں عظیم اور خوبصورت تھے ۔ آپ کی زلف مبارک آپ کے کانوں تک پہنچتی تھی آپ کے جسم پر سرخ لباس تھا میں نے ان سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا''۔دیکھئے:
صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، حدیث رقم ۳۲۸۷؛ وصحیح مسلم، کتاب الفضائل ، باب صفۃ النبی ﷺ وأنہ کان أحسن الناس وجہا، حدیث رقم: ۴۳۰۸؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۴۰۔

کے وصال وشہادت کی تاریخ کو ماتم کا دن کیسے بنایا جاسکتا ہے۔

امام ابوعبداللہ بن الحاج (۱) نے اپنی کتاب ''المدخل''(۲) میں میلاد پاک پر نہایت شاندار گفتگو کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس محفل میں میلاد کے شعار (جیسے: اجتماع، جلوس، جلسہ، نعرہ اور جھنڈا) کا اظہار کرنا اور شکر خداوندی بجالانا لائق مدح ہے اور اس میں شامل منکرات وفواحش قابل مذمت ہیں یہاں ہم ان کے کلام کو بالتفصیل پیش کررہے ہیں۔

ابن الحاج "فصل فی المو لد" (یہ فصل میلاد کے بیان میں ہے) کے تحت فرماتے ہیں کہ ''ان کی رائج کردہ بدعتوں میں سے ایک ماہ ربیع الاول میں میلاد پاک منانا ہے جسے وہ عظیم عبادت سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں بہت کچھ حرام وناجائز افعال بھی شامل کرلئے گئے ہیں مثلا آلات طرب جیسے: طار، مصرصر اور شبابہ وغیرہ جنھیں آلات سماع کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ان کے ساتھ برائی میں مشغول ہوتے ہیں، خاص کر جن اوقات کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت و عظمت عطا فرمائی ان میں بدعتوں اور حرام کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں جب کہ سماع بلاشبہ اس رات کے علاوہ میں بھی جائز نہیں تو اس رات میں کیسے جائز ہوسکتا ہے جو اس مہینہ کی عظمت و

(۱) "مارأيت شيئا أحسن من النبی ﷺ كأن الشمس تجری فی وجهه، و ما رأيت أحدا أسرع فی نشيه منه كأن الأرض تُطوى له ، إنالنجتهد وإنه غير مكترث" میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، گویا آپ کے چہرۂ مبارک میں سورج گردش کررہا ہو، اور میں نے کسی کو بھی چلنے میں آپ سے زیادہ تیز رفتار نہیں دیکھا گویا بساط زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی ہو ہم لوگ جی جان........دیکھئے: سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، حدیث رقم: ۳۵۸۱؛ ومسند احمد، حدیث رقم: ۸۲۴۹، ۸۵۸۶، ۲: ۳۵۰، ۳۸۰۔

فضیلت کومتضمن ہے کہ جس میں اللہ تعالی نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔معلوم ہوا کہ آلات طرب وسماع کو اس بزرگ مہینے سے کوئی نسبت نہیں جس میں اللہ رب العزت نے سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرما کر ہم پر احسان عظیم فرمایا۔لہذا ہمیں چاہیئے کہ ہم اس میں کثرت سے عبادت وخیرات کے ذریعہ اس عظیم نعمت پر اللہ تعالی کا شکر بجالائیں اگر چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ میں دیگر مہینوں سے زیادہ عبادت نہیں فرمائی تو اس کا سبب صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر رحمت وشفقت ہے کیونکہ آپ نے امت پر فرض ہوجانے کے ڈر سے بہت سے اعمال ترک فرمادئے۔لیکن جب آپ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس مہینہ کی فضیلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "ذاك يوم ولدت فيه "(۱)(یہ میری پیدائش کا دن ہے) اس دن کی فضیلت اس مہینہ کی فضیلت کو متضمن ہے لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم اس مہینے کا ایسا احترام کریں جیسا کہ اس کا حق ہے، دیگر مبارک مہینوں کی طرح اس مہینہ کی تعظیم وتکریم کریں۔کیونکہ یہ مہینہ بھی انہیں مہینوں میں سے ایک ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "أنا سيد ولد آدم و لا فخر، آدم و

(۱) امام احمد اپنی سند سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں،فرماتے ہیں کہ: "لما كان يوم البدر اتقينا المشركين برسول الله ﷺ، وكان أشد الناس بأسا " بدر کے دن ہم مشرکین سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لیا کرتے تھے۔اور آپ سب سے زیادہ قوی تھے۔

دیکھئے: مسند احمد،مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ،حدیث رقم:۹۹۱،۱:۸۶۔

مــن دونـــه تــحــت لــوائــی "(۲) بلافخر کہتا ہوں کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں، آدم (علیہ السلام) اوران کے بعد تمام لوگ قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔اورزمان ومکان کی فضیلت کا دارو مداران میں کی جانے والی عبادتوں پر ہے جنھیں اللہ تعالی نے ان کے یعنی ان اوقات ومقامات کے ساتھ مخصوص کیا ہے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ زمان ومکان کو بزرگی اپنی ذات سے نہیں ہوتی بلکہ انھیں یہ بزرگی ان معنوی خصوصیات (یانسبتوں وغیرہ) کے سبب ہوتی ہے جن کے ساتھ یہ زمان ومکان مخصوص ہوتے ہیں۔اب آپ ان خصوصیات اور برکات کوملاحظہ کیجئے جنھیں اللہ تعالی نے شہر ربیع الاول اور پیر کے دن کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ پیر کے دن روزہ رکھنے میں بڑی فضیلت ہے، کیونکہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اسی دن ہوئی لہذا ضروری ہے کہ جب یہ مہینہ آئے تو اس کی شان کے لائق اس کا احترام واہتمام ہو، اوراس کی تعظیم وتکریم کی جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے کیونکہ آپ کی عادت کریمہ تھی کہ آپ فضیلت والے اوقات کوزیادہ عبادت وخیرات فرماتے تھے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: "کــان رســول الــلــه ﷺ أجـودالـنـاس بـالـخير و كان أجود مايكون في رمضان" (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے بالخصوص رمضان میں آپ اورزیادہ سخاوت فرماتے تھے۔لہٰذا ہمیں بھی حتی المقدوران اوقات کی تعظیم وتکریم کرنی چاہئے اوراگرکوئی کہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۱) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل، حدیث رقم:۱۲۳۳۔

جن اوقات کا خصوصیت سے اہتمام وانصرام فرمایا وہ ہمارے علم میں ہے لیکن اس مہینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مخصوص اہتمام نہیں فرمایا(۱) تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اپنی عادت کریمہ کے بموجب امت پر تخفیف ونرمی چاہتے تھے بالخصوص اس کام میں جو آپ کی ذات اقدس کے ساتھ خاص ہو۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ کی طرح حرم قرار دیا۔ لیکن امت پر رحمت وشفقت فرماتے ہوئے وہاں شکار کرنے اور درخت کاٹنے میں دم واجب نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ آپ امت کی آسانی کے لئے اعمال ترک فرمادیتے تھے۔ اتنی تقریر کے بعد ثابت ہوگیا کہ صدقات وخیرات اور دیگر اعمال خیر کی کثرت کے ذریعہ اس مہینہ کی تعظیم وتوقیر بجالانا چاہئے۔ اگر یہ بھی نہ کرسکے تو کم از کم حرام کاموں سے ضرور بچتا رہے اور اس مبارک مہینہ کی تعظیم میں گناہوں سے علاحدہ رہے، اگرچہ محرمات کا ارتکاب اس کے علاوہ مہینوں میں بھی ممنوع ہے لیکن رمضان وغیرہ کی طرح اس مہینہ کے احترام میں ان افعال سے بچنا اشد ضروری ہے۔ لہٰذا اس مہینہ میں بدعات وخرافات کی ایجاد، بدعت کی جگہوں اور تمام غیر مناسب فعل سے بچنا ضروری ہے۔ لیکن موجودہ دور میں کچھ لوگ اس کا الٹا کرتے ہیں کہ جونہی یہ مبارک مہینہ آتا ہے (دف) مجیرہ وغیرہ کے ساتھ گانے باجے میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ اس پر ستم یہ کہ اس گانے وغیرہ کو کار خیر تصور کرتے ہیں اس طرح کہ میلاد کی شروعات قرآن پاک کی تلاوت سے کریں گے، پھر ایسے شخص کو تلاش کریں گے جس کی آواز حیرت انگیز طور پر سریلی اور

(۱) سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ماجاء فی صفۃ الأوانی والحوض، حدیث رقم: ۲۴۰۹۔

خوش کن ہو اس سے گانا سنیں گے، اور اس میں بہت سی برائیاں ہیں، بلکہ بعض تو یہاں تک کرتے ہیں کہ خوبصورت وخوش گلو نوجوان سے لچک دار آواز میں مٹکتے ہوئے غزل پڑھوائیں گے جس سے لوگ آزمائش میں پڑتے ہیں، اور بے شمار برائیاں جنم لیتی ہیں جو اکثر اوقات شوہر و بیوی میں فتنہ کا سبب بنتی ہیں، اور ان کے درمیان فراق وعلاحدگی پر منتج ہوتی ہیں۔ محفل میلاد میں مذکورہ برائیاں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب اس میں دف اور مجیرہ وغیرہ آلات کے ساتھ سماع وغیرہ شامل ہو۔ اور اگر ان خرافات سے بچ کر میلاد کی نیت سے لوگوں کو بلایا جائے اور کھانا کھلایا جائے تو بھی یہ بدعت ہے، کیونکہ کہ یہ دین میں زیادتی ہے، نیز یہ سلف صالحین کے عمل سے ثابت بھی نہیں، نہ ہی ان حضرات سے میلاد کی نیت کرنا منقول ہے جب کہ اتباع سلف اولیٰ ہے اور چونکہ ہم ان کے متبع اور پیروکار ہیں لہٰذا جو انہوں نے کیا وہی ہمیں کرنا چاہئے''۔ انتہی۔

ابن الحاج کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے میلاد پاک کی مذمت نہیں کی بلکہ ان محرمات وفواحش کی برائی کی جو اس میں شامل ہو گئے، اور ان کے ابتدائی کلام میں صراحت ہے کہ اس مبارک ماہ میں کثرت سے نیک اعمال اور خیرات وصدقات کئے جائیں، اور مختلف طریقے سے تقرب الی اللہ کی کوشش کی جائے، اور یہی تو میلاد ہے جسے ہم اچھا سمجھتے ہیں، کیونکہ اس میں بھی تلاوت قرآن، اور کھانا کھلائے جانے کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اور ان اعمال کے

(۱) سنن امام ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل النبی ﷺ، حدیث رقم: ۳۵۳۸؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ، حدیث رقم: ۴۲۲۱۔ مزید دیکھئے: الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ۸: ۸۱۔

نیکی، بھلائی اورموجب قربت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ہاں اخیر میں جوانہوں نے یہ فرمایا کہ ’’تو بھی یہ بدعت ہے‘‘ تو یہ بات یا تو ان کے پہلے کلام کے مخالف ہے یا اسے بدعت حسنہ پر محمول کیا جائے، جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ یا پھر یہ کہا جائے کہ یہ کام تو نیک ہے لیکن میلاد کی نیت کرنا بدعت ہے جس کی طرف انہوں نے اپنے قول ’’میلاد کی نیت بدعت ہے‘‘ سے اشارہ فرمایا۔ نیز انہوں نے فرمایا کہ ’’ان حضرات میں سے کسی سے میلاد کی نیت کرنا منقول نہیں‘‘ اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے صرف میلاد کی نیت کو ناپسند کیا ہے نہ کہ دعوت و اجتماع وغیرہ کو لیکن تحقیقی طور پر یہ بات ان کے پہلے کلام کے منافی ہے، اس لئے کہ انہوں نے اس ماہ مبارک میں کثرت عبادت وخیرات پر ابھارا ہے اور یہ بھی صراحت فرمادی کہ یہ عبادات وغیرہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر ہوں، آخر میلاد کی نیت کے بھی تو یہی معنیٰ ہیں پھر وہ اس پر ابھارنے کے باجود اس کی مذمت کیسے کر سکتے ہیں۔ رہا بغیر کسی نیت کے نیک کام کرنا تو اولاً یہ متصور ہی نہیں ہوسکتا، اگر مان بھی لیا جائے تو نہ یہ عبادت کہلائے گی نہ ہی اس پر کوئی ثواب ہوگا، کیونکہ نیت کے بغیر کوئی عمل نہیں، نیز یہاں نیت بھی صرف یہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر اللہ رب العزت کا شکر بجالایا جائے۔ بلاشبہ یہ نیت مستحسن ومحمود ہے۔ غور کرو۔

آگے چل کر علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں کہ ’’کچھ لوگ میلاد پاک صرف تعظیم کی نیت سے نہیں بلکہ اس لئے کرتے ہیں کہ جو مال انہوں نے تہواروں اور خوشی کے مواقع پر لوگوں کو دیا

ہے وہ واپس مل جائے۔لیکن ڈائریکٹ مانگنے میں عارمحسوس کرتے ہیں اس لئے محفل میلاد منعقد کرتے ہیں جو مال کی واپسی کا سبب بن جاتا ہے۔اس میں بہت ساری برائیاں ہے،انھیں میں سے یہ کہ اسے نفاق سے تعبیر کیا جاسکتا ہے کیونکہ باطن کے خلاف ظاہر کرنے کا نام ہی نفاق ہے۔اس کے حال سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخرت کے اجر کی توقع پر میلاد پاک منعقد کر رہا ہے، لیکن باطن میں مال جمع کرنے کی نیت ہے۔اور بعض لوگ مال ومتاع جمع کرنے ، اپنی تعریف کرانے اور لوگوں کو اپنا معاون ومددگار بنانے کے لئے میلاد کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔اس طریقہ کا بھی فاسد ہونا مخفی نہیں۔انتہی -یہ بھی کلام سابق کے مثل ہے کہ اس میں بھی فساد نیت فاسدہ کی وجہ سے آیا نہ کہ اصل میلاد کی وجہ سے۔

شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر (۱) سے میلاد پاک کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ’’میلاد دراصل ایسی بدعت ہے جو قرون ثلثہ کے مشائخ سے منقول نہیں اس کے باجود اس میں کچھ اچھائیاں ہیں اور کچھ برائیاں لہٰذا اگر کوئی برائیوں سے بچ کر میلاد پاک منائے تو یہ بدعت حسنہ ہے ورنہ بدعت سیئہ ۔(ابن حجر فرماتے ہیں:) میں نے اس کا استخراج صحیحین میں مذکور ایک اصل ثابت سے کیا ہے وہ یہ ہے کہ ’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا، آپ نے اس کی بابت دریافت فرمایا تو یہودیوں نے کہا کہ اسی دن فرعون اور اس کا لشکر غرقاب ہوا تھااور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے ظلم سے نجات پائی تھی اس لئے ہم اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر روزہ رکھتے ہیں‘‘(۱)اس سے معلوم ہوا کہ کسی معین دن میں نعمت کے حصول یا مصیبت سے

چھٹکارا پانے کی وجہ سے اللہ تعالی کا شکرادا کیا جانا چاہئے۔اور سال میں اس دن کے مثل ونظیر کی جب آمد ہو شکر کا اعادہ ہوسکتا ہے،اللہ تعالیٰ کا شکر عبادت کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے یعنی نماز،روزہ ،صدقہ اور تلاوت وغیرہ سے۔اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بڑھ کر کون نعمت ہوسکتی؟ لہٰذا مناسب اور بہتر یہ ہے کہ حضور کی پیدائش کے دن ہی میلاد منایا جائے،تاکہ یوم عاشورہ میں حضرت موسیٰ کے قصے سے مطابقت رہے۔اور اگر اس واقعہ سے قطع نظر کرتے ہوئے اس ماہ میں کسی دن بھی میلاد منعقد کرلیا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ کچھ لوگوں نے اس میں توسیع کرتے ہوئے صراحت کی کہ سال میں کسی دن بھی میلاد کر سکتے ہیں،لیکن اس میں یوم عاشوراء سے مطابقت نہیں ہوگی۔مذکورہ بالا کلام صرف انعقاد میلاد سے متعلق تھا۔رہا یہ سوال کہ اس میں کیا کرنا چاہئے تو مناسب یہی ہے کہ یہ ایسے افعال اور کاموں تک ہی محدود رہے جن سے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا سمجھا جائے، جیسے: تلاوت کرنا، کھانا کھلانا،صدقہ کرنا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیں پڑھنا اور ایسے قصائد پڑھنا جن سے دل دنیا سے دور ہو اور آخرت کے لئے عمل خیر کی طرف مائل ہوسکے۔اس کے علاوہ سماع اور تفریح جو اس خوشی کے موقعے کے مناسب ہو اور جائز طریقہ پر ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں اور اگر حرام ومکروہ ہو یا خلاف اولیٰ ہو تو اس سے بچنا ضروری ہے۔انتہی۔

اس ضمن میں مَیں (امام جلال الدین سیوطی) نے بھی میلاد (کے جواز) کے لئے ایک اصل کا استنباط کیا ہے: امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ فرمایا، حالانکہ آپ کے دادا جناب عبدالمطلب

نے آپ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا تھا، اور عقیقہ دوبارہ نہیں ہوتا۔ تو یہ اسی پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے کہ اس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، اور امت کے لئے ولادت پاک پر شکر خداوندی بجالانا مشروع فرمانے کے لئے دوبارہ عقیقہ فرمایا، جیسا کہ آپ بنفس نفیس اپنے اوپر درود پڑھا کرتے تھے۔ لہذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہم میلاد پاک میں اجتماع کرکے، لوگوں کو کھانا کھلا کے اور دیگر جائز طریقوں سے خوشی و مسرت کا اظہار کرکے اللہ عزوجل کا شکر ادا کریں۔

امام القراء حافظ شمس الدین ابن جزری (۱) اپنی کتاب "عرف التعریف بالمولد الشریف" میں فرماتے ہیں کہ "ابولہب کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا تیرا حال کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جہنم میں جل رہا ہوں لیکن ہر پیر کی رات عذاب میں تخفیف ہوجاتی ہے اور اس نے انگلی کے سرے سے اشارہ کرکے کہا کہ اتنی مقدار انگلیوں سے پانی ملتا ہے جسے میں چوستا ہوں یہ اس وجہ سے ہے کہ جب میری لونڈی ثویبہ نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوش خبری سنائی تو میں نے اسے آزاد کردیا، اور اس نے آپ کو دودھ پلایا" (۱) ابولہب جیسا کافر قرآن نے جس کی مذمت فرمائی ہے، وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانے کی وجہ سے جہنم میں راحت وسکون پائے۔ تو آپ کے مؤمن، موحد غلام کا کیا کہنا: یقیناً اللہ تعالی اسے خلد بریں میں داخل فرما کر اس کا بدلہ عطا فرمائے گا۔

حافظ شمس الدین ابن ناصر الدین دمشقی (۱) اپنی کتاب "مورد الصادی فی مولد الھادی" میں فرماتے ہیں کہ "یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہوچکی کہ ابولہب سے پیر کے دن

عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے کیونکہ اس نے آپ کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ پھر آپ نے یہ شعر نقل کئے (ترجمہ)

جب ہمیشہ جہنم میں رہنے والا کافر جس کی مذمت میں سورۂ ''تبت یدا'' نازل ہوئی ہو، وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانے کی وجہ سے ہر پیر کے دن جہنم میں عذاب سے تخفیف وراحت پا سکتا ہے۔ تو اس بندے کا کیا پوچھنا جو تمام عمر احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی پیدائش کی خوشی مناتا رہا اور اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہوا دنیا سے گیا۔

کمال ادفوی ''الطالع السعید'' میں لکھتے ہیں کہ ہمارے عادل دوست ناصر الدین محمود ابن عماد نے ہم سے بیان کیا کہ: ابو طیب محمد بن ابراہیم سبتی مالکی جو کہ قوص (۲) میں تشریف لانے والے ایک باعمل عالم تھے، جب بارہ ربیع الاول کے دن مکتب کے پاس سے گزرتے تو فرماتے اے فقیہ! یہ خوشی کا دن ہے بچوں کو چھٹی دے دو، تو ہمیں چھٹی مل جاتی تھی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس (خوشی منانے) کو قبول کیا ہے اور اس کا انکار نہیں کیا، اور یہ عالمِ دین مالکی مذہب کے بہت بڑے فقیہ اور علوم میں کامل دسترس رکھنے والے انتہائی متقی و پرہیزگار تھے۔ ابوحیان (۱) وغیرہ نے ان سے علم حاصل کیا۔ ان کا وصال ۶۹۵ھ میں ہوا۔

(فائدہ) ابن الحاج فرماتے ہیں ''اگر یہ کہا جائے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ماہ ربیع الاول میں اور وہ بھی پیر ہی کے دن کیوں ہوئی؟ رمضان المبارک جس میں قرآن نازل ہوا اور جس میں لیلۃ القدر ہے اس میں یا حرمت والے دوسرے مہینوں میں، یا پندرہ شعبان، یا

جمعہ کے دن یا رات میں کیوں نہ ہوئی؟ تو اس کا جواب چار طرح سے دیا جا سکتا ہے۔

اول یہ کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیر کے دن درخت کو پیدا فرمایا، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رزق، میوہ جات اور پھل وغیرہ جن سے انسان کی نشو ونما ہوتی ہے، جن سے وہ زندہ رہتا ہے، جنھیں اس کا دل انہیں پسند بھی کرتا ہے، اسی دن پیدا کیے گئے۔

دوم یہ کہ لفظ ربیع میں اس کی نسبت اشتقاق (بہار) کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ ابوعبد الرحمٰن صقلی فرماتے ہیں کہ: ہر شخص اپنے نام سے حصہ پاتا ہے۔

سوم یہ کہ ربیع متوسط اور سب سے بہتر موسم ہے اور آپ کی شریعت بھی متوسط اور سب سے بہتر و آسان ہے۔

چہارم یہ کہ اللہ جل وعلا نے آپ کے ذریعہ اس وقت کو فضیلت عطا فرمادی جس میں آپ کی ولادت ہوئی، اگر آپ کی ولادت باسعادت رمضان وغیرہ مذکورہ اوقات میں ہوئی ہوتی تو یہ وہم ہوتا کہ آپ ان اوقات کی فضیلت کی وجہ سے افضل واعلیٰ ہو گئے ہیں۔

ختم شد